فیملی ڈاکٹر

پروفیسر حافظ عبد الرزاق ایم۔اے

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دار العرفان، منارہ، ضلع چکوال

بیماری اور بیمار

یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر آدمی بیمار ہوتا ہے۔ شہری ہو یا دیہاتی، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، غریب ہو یا امیر، افسر ہو یا ماتحت۔ مگر ردِ عمل مختلف لوگوں کا مختلف ہوتا ہے مثلاً

☆ بیماری کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا اطمینان و سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اور بے چینی اور پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔

☆ بیماری کے علاج کی فکر ہوتی ہے۔

ان دونوں باتوں میں سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔

ہاں علاج کی فکر کے سلسلے میں ردِ عمل مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً

۱۔ بیمار پرسی کے لیے لوگ آتے ہیں تو کوئی عورت منہ پر شہادت کی انگلی رکھ کر کہتی ہے کہ ہائے ماسی بھاگ بھری کو بھی یہی تکلیف ہوئی تھی۔ اس نے اجوائن کھائی تھی ٹھیک ہو گئی بس علاج شروع ہو گیا۔

۲۔ بیمار پرسی کرنے والوں نے پوچھا کہ بھائی کسی کو کسی حکیم کا پتہ ہے۔ جواب "ہاں فلاں گاؤں میں ایک بڑا حکیم سمندر خان ہے"۔

بس سراغ لگ گیا اور وہاں جانے کا انتظام ہونے لگا۔

۳۔ یہ تو دیہاتیوں اور ان پڑھ لوگوں کا ردِ عمل ہے پڑھے لکھے اور شہری لوگ یہ نہیں کرتے بلکہ بازار چلے گئے کسی دوکان پر ڈاکٹر کا بورڈ لکھا دیکھا تو علاج شروع ہو گیا۔

۴۔ ان سے ذرا سیانے لوگ مزید احتیاط کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں ڈاکٹر اچھا کوالیفائیڈ ہے تو اس سے علاج کراتے ہیں۔

۵۔ کچھ ان سے بھی زیادہ دانا ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ صرف کوالیفکیشن کافی نہیں علاج کا تجربہ بھی تو ہو اس لیے کسی پرانے تجربہ کار ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں۔

۶۔ کچھ ان سے سینئر ہوتے ہیں۔ جن کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ کوالیفکیشن بھی ضروری

ہے تجربہ بھی ضروری ہے۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس کے ہاتھ میں شفاء بھی ہے کیا؟ یعنی اس کے پاس آنے والوں میں اکثر کو شفاء ہوتی ہے یا یہ محض عدم آباد کے ویزے جاری کرتا ہے۔ ان سب کے رد عمل میں پریشانی اس وقت دور ہوتی ہے جب شفاء ہو جائے۔

۷۔ ایک رد عمل ان سب سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ گھر کے کسی فرد کے بیمار ہونے پر تلاش کا عمل شروع نہیں کر دیتے بلکہ ایک دفعہ تلاش کے بعد جس ڈاکٹر پر اعتماد ہوتا ہے اس کو اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لیتے ہیں اور وہ بھی ان کے مزاج کا واقف ہو جاتا ہے۔

یہ رد عمل ایسا ہے کہ مریض کے ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہی اطمینان ہو جاتا ہے اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ گو شفاء کا مرحلہ ابھی دور ہوتا ہے مگر فیملی ڈاکٹر بنا لینے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شروع میں ہی پریشانی کم ہو جاتی ہے۔ اور علاج بھی ٹھیک مریض کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آدمی کے پاس عزیز ترین متاع صرف جسم ہے یا کوئی اور چیز بھی اس سلسلے میں اکثر سننے میں آتا ہے کہ جان بہت پیاری ہے۔ یہ جان کیا چیز ہے؟ کیا یہ وہی تو نہیں جسے روح کہتے ہیں۔ ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر بات یہی ہے تو اس سے بڑا جھوٹ آج تک نہیں بولا گیا کہ جان پیاری ہے۔ اصل بات یہ کہ جسم پیارا ہے مگر اس جسم سے لطف اٹھانے اور دنیا کے مزے لینے کے لیے ضروری ہے کہ جان کا تعلق اس کے ساتھ موجود ہو۔ اگر اس کا تعلق ختم ہو جائے تو اس جسم سے مزے لینے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر جان پیاری ہو یعنی روح سے پیار ہو تو آدمی جس طرح جسم کا خیال رکھتا ہے روح کا اس سے بڑھ کر خیال ہو۔ کیونکہ جسم تو چند دن کا مہمان ہے۔ اور روح کو کبھی مرنا نہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ جسم کی تکلیف و آرام دونوں محدود مدت کے لیے ہیں مگر روح کی تکلیف بھی دائمی اور راحت بھی ابدی۔ اس لیے روح کے متعلق فکر کرنا تو جسم سے بھی زیادہ ضروری بات ہوئی

مگر عجیب بات یہ ہے کہ روح کی فکر کرنے والے دنیا میں ایک فی ہزار نہیں ایک فی لاکھ مل جائیں یہ بھی مشکل ہے۔

ذرا سوچیے کہ کسی نے خود سوچا ہے یا کسی جاننے والے سے کبھی پوچھا بھی ہے کہ روح کی صحت کسے کہتے ہیں۔ اور روح کی بیماری کیا ہے اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں اور اپنے حافظے سے کام لیں کبھی کوئی آدمی آپ کو ملا ہے خود اپنے سمیت۔ جس نے کبھی روح کے متعلق بحث بھی چھیڑی ہو۔ آپ کہیں گے اچھا ہم نے کبھی یہ بحث نہیں چھیڑی اب تم ہی چھیڑو۔ اچھا پہلے یہ بتائیے کہ آپ یہ بحث سننے کی زحمت گوارا فرمائیں گے اگر ایسا ہے تو سنئے۔

روح کا جو خالق ہے اس نے اس کی صحت اور بیماری کا خود اتا پتہ بتا دیا ہے۔

روح کی صحت کی علامت بتائی کہ جس کو پختہ یقین ہو کہ میرا پیدا کرنے والا کوئی ہے اور اس نے مجھے بے مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ میری تخلیق کا کوئی مقصد ہے اس یقین کا اصطلاحی نام ہے ایمان۔

روح کی صحت کی پہلی نشانی یہ ہے ایسی روح کا خالق کے ہاں مقام کیا ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّہ

"یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ ساری مخلوق سے افضل، اعلیٰ اور بہتر ہیں"

☆ یہ ایمان کیا ہے۔ اس کے دو اجزاء ہیں۔ اول زبان سے اقرار کرنا دوم دل سے یقین کرنا کہ ہمارا خالق اللہ ہے اور ہمارا کام صرف یہ ہے کہ جو وہ کہے صرف وہی کریں۔ زبان سے اقرار کا تعلق انسانوں سے ہے کہ وہ جان لیں کہ ہم کون ہیں کیا ہیں۔ یہ پہلو ایسا ہے کہ آدمی کڑی مچی زبان سے اقرار کر کے لوگوں کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ پھر یہ تو روح کی صحت کی نشانی نہ ہوئی۔ جس کا نام نفاق ہے اور روح کے ایسے بیمار کو منافق کہتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ روح کی صحت کی اصل پہلی علامت دل سے یقین کرنا ہے کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور ہمیں اس لیے

پیدا کیا کہ جو وہ کہے کریں۔

اب دیکھئے اللہ کریم نے آمنو کے ساتھ عملوا الصالحات کو جوڑ دیا کہ روح کی صحت کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ ایمان پر بس نہ کرے ساتھ ہی اعمال صالح بھی کرے وہ کیا ہیں۔ وہ ایک ہی عمل ہے جو انسان کا مقصدِ تخلیق ہے۔ کہ انسان صرف وہ کرے جو خالق کہے ان دو نشانیوں کے مجموعے سے جو صورت بنتی ہے اس کا نام ہے محبت یا یوں کہیے کہ محبت ہی دراصل یقین بھی پیدا کرتی ہے اور عمل پر ابھارتی ہے۔ اس لیے یہ لازم ٹھہرا کہ روح کو جس سے محبت ہو گی اسی کی بات پر دلی یقین بھی ہو گا۔ اور اسی کی بات ماننے کی خواہش بھی ہو گی۔ اور اگر یہ محبت ترقی کر جائے تو محبوب ماننے کی صرف خواہش ہی نہیں ہو گی بلکہ تڑپ ہو گی کہ محبوب کہتا رہے اور میں کرتا رہوں۔

بس معلوم ہوا کہ روح کی صحت کی پہلی اور آخری نشانی یہ ہے کہ اسے خالق سے شدید محبت ہو اس نے یہی تو فرمایا کہ :

وَالَّذِیۡنَ آمَنُوۡا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ یعنی صحیح معنوں میں جو انسان ہے جسے مومن کہتے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ اسے سب سے زیادہ اللہ سے محبت ہوتی ہے۔

اب یہاں مشکل یہ آن پڑی کہ محبت کوئی مادی چیز نہیں کہ نظر آئے یہ ایک کیفیت ہے اور وصف ہے اور دل کا وصف ہے ہر آدمی کہہ سکتا ہے کہ مجھے اللہ سے محبت ہے یہ دور تو اداکاری کا دور ہے اور اداکاری بہت بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ نہایت مشکل کام ہے کہ آدمی معلوم کر سکے کہ یہ کہنے والا کہ مجھے اللہ سے محبت ہے اداکاری کر رہا ہے۔ یا اسے واقعی سچ مچ محبت ہے۔ پھر یہ معلوم کرنا کہ اسے اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں صرف یہ دیکھنا کہ مجھے اللہ سے محبت ہے بھی یا نہیں اور ہے تو کس درجے کی ہے۔ دوسروں کے متعلق کھوج لگانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس کا طریقہ اللہ نے خود بتا دیا کہ اس جذبے کا اظہار عمل سے ہو کر رہتا ہے۔ اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ میری عملی زندگی کا حال کیا ہے۔ کیا میں عملی زندگی میں ہر وہ کام کر سکتا ہوں جو خالق کہتا ہے۔ کیونکہ عمل صالح صرف

یہی ہے اگر ایسا ہے تو شکر ہے میری روح صحت مند ہے اگر نہیں تو میری روح بیمار ہے۔

اب آپ اپنی روزمرہ زندگی پر نگاہ جمائیں پھر اپنے ماحول کو دیکھیں پھر اخباروں کا مطالعہ کریں کیا آپ کو اس وسیع دنیا میں کوئی روح کامل صحت مند نظر آتی ہے آپ کی نگاہ یقیناً مایوس ہو کر پلٹے گی اور جب پلٹ کر اپنے آپ پر پڑے گی تو یہاں بھی یہی نظر آئے گا کہ اپنا حال بھی یہی ہے۔

اب بتائیے عقل کیا کہتی ہے کہ جسم جو صرف چند دن کا مہمان ہے اس کی صحت اور اسکے علاج کی فکر ضروری ہے یا روح جسے مرنا ہی نہیں اور جس کی کلفتیں بھی ابدی اور راحتیں بھی ابدی اس کے علاج اور اس کی صحت کی فکر کرنی چاہیے اگر واقعی کہیں عقل موجود ہوگی تو یہی فیصلہ کرے گی کہ جسم سے زیادہ روح کی فکر کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ روح کی بیماری کا احساس ہی مفقود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ احساس پیدا ہو کہ میری روح بیمار ہے یہ احساس کیسے پیدا ہو اسے پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو یہ معلوم ہو کہ آدمی کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہے یہ سب سے زیادہ والا معاملہ اور بھی ٹیڑھا ہے یہ پیمائش کیسے ہو کہ سب سے زیادہ ہے دراصل یہ معاملہ ٹیڑھا نہیں نہایت آسان ہے مگر لوگ جان بوجھ کر ادھر آتے ہی نہیں۔

روح کی صحت یا سب سے زیادہ اللہ سے محبت کی نشانی تو معلوم ہو گئی کہ اللہ جو کہے وہی کرنے کی تڑپ ہو اس میں لگ جاتا یہ ہے روح کی صحت اور بیماری وہی ہوتی ہے جو صحت کے الٹ ہو لہذا بیماری یہ ہے کہ اللہ کے کہنے کے مطابق کرنے کا کبھی بھول کر خیال ہی نہ آئے۔ اس بیماری کے کئی درجے ہیں اور کئی صورتیں ہیں مثلاً :

ا۔ یہ معلوم کرنے کا خیال ہی نہ آئے کہ اللہ نے کیا کرنے کو کہا ہے اور کس کے کرنے سے روکا ہے یہ حالت بظاہر بیماری کی خطرناک صورت نظر آتی ہے حقیقت میں یہ حالت وہ ہے جسے کہتے ہیں۔ لَا یَمُوْتُ وَلَا یُحْیِی نہ زندگی نہ موت۔

2۔ کسی حد تک معلوم تو ہو مگر کرنے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ یعنی غفلت اور سستی کا شکار

ہو۔

3۔ آمادگی پیدا ہو مگر انا کا مسئلہ رکاوٹ بن جائے یہ تکبر کی صورت ہے۔

4۔ خواہ مخواہ مخالفت کا جذبہ ابھرے۔ یعنی جی یہ چاہے کہ وہ کام ہرگز نہیں کرنا جو اللہ کہے۔ صرف وہی کرنا جس سے اللہ نے روکا ہے۔

☆ اور یہ معلوم کرنا کہ اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے بڑا آسان ہے۔ یہ تو طے ہو چکا کہ آدمی جو کام بھی کرتا ہے محبت ہی کراتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس چیز کی محبت اللہ کی بات ماننے سے روکے اس کی محبت اللہ کی محبت سے زیادہ اور اگر کسی چیز کی محبت اللہ کی محبت سے نہ روک سکے تو اللہ کی محبت سب سے زیادہ ہے یہ محبتیں بھلا کون کون سی ہیں جو اللہ کی محبت میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

☆ (1) خواہش نفس (2) لذت پرستی (3) دولت کی محبت (4) شہرت کی محبت (5) اقتدار کی محبت (6) رسم و رواج کی پابندی کی محبت اور (7) سوشل سٹیٹس بلند رکھنے کی محبت۔

یا یوں کہئے کہ اللہ کے بغیر کسی چیز کی محبت جب اللہ کی محبت یعنی اللہ کے کہے پر عمل کرنے سے روکے تو اس کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہو گی۔

قاعدہ ہے کہ جب بیماری کا احساس ہو جائے تو آدمی علاج کی فکر کرتا ہے۔ اور علاج کی فکر کے سلسلے میں مختلف آدمیوں کی سوچ اور اپروچ کا بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ بہترین صورت وہی ہے جو بیان ہو چکی کہ ماہر ڈاکٹر کی تلاش کی جائے اور ماہر ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جس میں تین وصف ہوں۔

1۔ طب یا میڈیکل سائنس کا عالم ہو۔

2۔ علاج کرنے کا تجربہ طویل ہو۔

3۔ اس کے پاس آنے والے مریضوں میں سے اکثر صحت یاب ہوتے ہوں۔

جب ایسا ڈاکٹر مل جائے تو اس کے ساتھ معاہدہ کر کے اسے اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لیا

جائے۔ معاہدہ یہ ہوتا ہے کہ صحت کے معاملے میں اپنی پسند اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے دست بردار ہو جائے۔

☆ روح کے معالج کی تلاش کے سلسلے میں بالکل یہی صورت اختیار کرنی چاہیۓ یعنی روحانی ڈاکٹر کی تلاش میں نکلے تو یہی تین باتیں دیکھے۔

1۔ میڈیکل سائنس یعنی دین کا علم کسی کامل سے حاصل کیا ہو یا علم مکمل نہ ہو مگر کسی کامل کی صحبت میں برسوں رہا ہو۔ یہ اسلیئے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کتابی علم اگرچہ باضابطہ نہ ہو مگر کامل کی تربیت سے اس مقام تک پہنچ گیا ہو کہ کتابی علم والے اسکا خواب بھی نہ دیکھ سکیں۔ صحابہ کرامؓ کو دیکھ لو۔ کوئی سوا لاکھ کے قریب ہیں ان میں کتابی علم والے شاید چند سو بھی نہ ہوں۔ مگر حضور اکرم ﷺ کی **تربیت** سے وہ اس مقام پر پہنچ گئے کہ کامل استاد نے سند عطا فرمائی۔

اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّھِمۡ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ۔

یعنی میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی مانند ہیں۔ (کوئی بڑا کوئی چھوٹا۔ کوئی زیادہ روشن کوئی کم) لیکن تم جس کا دامن تھام لوگے تمہاری روح کا علاج کر کے چھوڑے گا۔

2۔ طویل تجربہ

3۔ اس کے ہاتھ میں شفا ہو۔ مولانا تھانوی فرماتے تھے "میں نہ ولی ہوں نہ ولی بناتا ہوں ہاں میرے پاس کوئی ٹھہر جائے تو انسان بنا دیتا ہوں"۔

حق یہ ہے کہ انسان بنانا ہی سب سے مشکل کام ہے۔ تو ہاتھ میں شفا کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے پاس آنے والوں میں سے اکثر انسان بن کے جاتے ہوں۔ لطیفہ: میرے ایک پرانے رفیق ایک دفعہ مجھے ملے اور بڑے افسوس سے کہنے لگے تو اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی ہے تو نے مولوی اللہ یار خان میں کون سی کرامت دیکھی کہ اس کے بے دام غلام بن گئے۔ مجھے ان کی بات میں خیر خواہی اور دلسوزی کی کیفیت محسوس ہوئی یہ نہیں کہ طنز یا استہزا کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کی دو کرامتیں دیکھی ہیں اور میں ان کے

کمال کا قائل ہو گیا ہوں۔ کہنے لگے وہ کون سی؟ میں نے کہا، اکرم اعوان اور امان اللہ لک وہ ان دونوں کی سابقہ زندگی سے پوری طرح واقف تھا۔ کچھ سوچ کر کہنے لگے۔ بس مان گئے بھائی تمہاری تلاش اور انتخاب دونوں صحیح ہیں۔

کہنے کا مطلب یہ ہے روحانی ڈاکٹر کا اصل کمال یہ ہے کہ حیوان ناطق یا سوشل اینیمل کو انسان بنا دے جب یہ مرحلہ طے ہو جائے تو اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ ایسے ڈاکٹر کو اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لے۔ اور اس کے ساتھ وہی معاہدہ کرے کہ روحانی صحت کے بارے میں یہ عہد کرتا ہوں کہ دوا، غذا اور پرہیز کے بارے میں اپنی پسند اور مرضی سے دستبردار اور آپ کی پسند اور مرضی کے تابع رہوں گا۔

اس روحانی ڈاکٹر کو اصطلاح میں شیخ کامل کہتے ہیں اور اس معاہدہ کو بیعت کہتے ہیں۔ بیع کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ یعنی اس کے معنی بیچنا بھی ہے اور خریدنا بھی ہے۔ بیعت میں یہی ہوتا ہے کہ سالک یا مرید اپنی پسند اور خواہش کو شیخ کے ہاتھ بیچ دیتا ہے اور شیخ خرید لیتا ہے کہ میں تمہیں اس کے بدلے اللہ کا بندہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

اگر دونوں طرف سے یہ باتیں نہ ہوں او بیعت بھی ہوتی رہے تو دونوں طرف سے اداکاری ہو رہی ہے اور سٹیج سے ہٹے تو دلیپ کمار اپنے اصلی رنگ میں۔ جب یہ معاہدہ یا بیعت ہو چکی تو اصل کام شروع ہو گا۔ شیخ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی اور سالک کی طرف سے دیانتداری اور لگن کے ساتھ محنت۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ بیعت کیا ہوتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ بیعت کی اداکاری کیا ہے اور دونوں طرف سے فلم سٹار کیسی کیسی آج کے دور میں اداکاری کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور صورتحال کا بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جسمانی صحت کے سلسلے میں جعلسازی کا کاروبار عام ہے جو لوگ طب کی ابجد سے واقف نہیں ہوتے حکیم حاذق کا بورڈ لگا کر کاروبار شروع کر دیتے ہیں اسی طرح جو لوگ کسی ہسپتال میں کمپوڈر بھی نہیں رہے ہوتے۔ ڈاکٹر کا بورڈ لگا کر کلینک کھول لیتے ہیں مقصد صرف لوگوں کو لوٹنا ہوتا ہے

کچھ اس آڑ میں منشیات کا کاروبار کرتے ہیں۔ ہیروئن، چرس وغیرہ بیچتے ہیں ان کے پاس آنے والے بیمار نہیں ہوتے منشیات کے رسیا خریدار ہوتے ہیں۔

اسی طرح روحانی علاج کے سلسلے میں جعلسازی کا کاروبار ہوتا ہے اور خوب چلتا ہے۔ ان کے پاس آنے والے بھی وہ نہیں ہوتے جن کو اپنی روحانی بیماری کا احساس ہو چکا ہو اور معالج کی تلاش میں ہوں بلکہ اس لبادے میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی اولاد مانگ رہا ہے کوئی مقدمے میں کامیابی کے لیے گر تلاش کر رہا ہے کوئی کسی اعلیٰ نوکری کے لئے وسیلہ ڈھونڈ رہا ہے غرض اداکاروں کے سامنے صرف زر، زن، زمین وغیرہ میں سے کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس لئے جس طرح حقیقی روحانی ڈاکٹر کمیاب ہیں اسی طرح حقیقی روحانی مریض بھی کم یاب ہیں دونوں طرف اداکاروں کی چاندی ہے۔

اب آیئے اصل مقصد کی طرف:

☆ ماہر روحانی طبیب یعنی شیخ کامل اس اثر کو زائل کرنے کی تدبیر کرتا ہے جو بیماری کے حملہ کے وقت مریض پر سب سے پہلے ہوتا ہے یعنی پریشانی اور اطمینان و سکون کا فقدان وہ نسخہ ایسا ہے جو دنیا کے اطباء اور ڈاکٹروں کے خالق کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب یعنی خبردار کان کھول کے سن لو کہ دلوں کا اطمینان صرف یادِ الٰہی سے ملتا ہے۔ اور یہ نسخہ برسوں بلکہ صدیوں کا مجرب نسخہ ہے۔ ذکر الٰہی کے کئی طریقے ہیں مثلاً ذکر قلبی، ذکر لسانی، ذکر عملی، پھر ذکر قلبی میں ذکر پاس انفاس، ذکر ارہ۔ ذکر لسانی میں ذکر یک ضربی، دو ضربی، چار ضربی وغیرہ۔

جس طرح طب جسمانی میں چار قسم کے طریقے استعمال ہوتے ہیں۔ طب یونانی، آریو ویدک، ہومیو پیتھی، ان میں سے پہلے تین میں علاج بالضد کا اصول اختیار کیا گیا ہے اور چوتھی قسم علاج بالمثل کے اصول پر کاربند ہے۔

اسی طرح طب روحانی میں بھی علاج کے چار طریقے ہیں۔ قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی۔ ان سب میں دوا ہی ایک ہے جو خالق نے خود ارشاد فرمائی ہے البتہ

طریقے مختلف ہیں۔ پہلی تین اقسام میں پہلے ذکر لسانی کرایا جاتا ہے بعد میں ایک مرحلے پر پہنچ کر ذکر قلبی ہوتا ہے۔ آخری قسم یعنی نقشبندیہ میں شروع سے اخیر تک ذکر قلبی ہی کرایا جاتا ہے۔ طب جسمانی میں علاج بالدوا کے ساتھ۔ علاج بالغذا بھی ہوتا ہے مریض کے لیے خاص خاص غذائیں تجویز کی جاتی ہیں جن کے کھانے سے ہی مرض زائل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح طب روحانی میں بھی علاج بالغذا کا طریقہ یہی استعمال ہوتا ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ طب روحانی میں ایک ہی چیز علاج بالروح میں اور علاج بالغذا میں استعمال کرائی جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ۔

"یعنی وہ کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، لیٹے ہوں، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔

مگر غذا کے لیے تو دو تین وقت مقرر ہیں۔ ہر وقت کھاتے رہنے میں کوئی تک نہیں۔ ہاں یہ درست ہے مگر وقت مقررہ پر کھائی جانے والی غذا کے علاوہ ایک غذا وہ ہے جو ہر وقت کھائی جاتی ہے اگر اس کا سلسلہ چند منٹ کے لیے رک جائے تو آدمی دوسرے جہان میں منتقل ہو جائے وہ غذا ہے ہوا اور اس کے کھانے کا ذریعہ سانس لینا ہے۔ اب بتایئے کیا اس غذا کے بغیر زندہ رہنا ممکن ہے۔ ہرگز نہیں اس لیے آخر میں فرمایا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ اور غفلت کلی مشکک (Relative Term) ہے یعنی غفلت عمر بھر کی بھی ہو سکتی ہے ایک سال کی بھی اور ایک لحہ کی بھی اس لیے تاکید فرمائی کہ اس غذا کے کھانے میں ایک لمحے کی بھی غفلت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر قلبی جو کرایا جاتا ہے اس کے طریقہ کا نام ہے پاس انفاس۔ اس کا مطلب ہے ہر سانس کی نگرانی کرنا کہ کہیں غفلت کا شکار تو نہیں ہو گیا۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پوری یکسوئی کے ساتھ آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ اور سانس کی نگرانی شروع کر دو وہ یوں کہ سانس اندر جائے تو روح کہے اللہ اور باہر نکلے تو روح کہے ھو۔ اور ھو کی ضرب قلب پر لگے بائیں جانب جہاں سینے میں دل دھڑک رہا ہے وہ کیوں؟ اس لیے کہ روحانی بیماری کی ابتداء ہی دل کی غفلت سے ہوتی ہے دل جب اپنے رب

سے غافل ہو اور روح بیمار ہو گئی یہ غفلت ایسی ہوتی ہے کہ دل گہری نیند سو جاتا ہے۔ اس لیے ھو کی ضرب سے دل کو بیدار کیا جاتا ہے یعنی ہر وقت چلتے پھرتے کام کرتے۔ اندر ہی اندر اللہ ہو کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس حالت کو اصطلاح میں قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں اور جب وقت آئے تو ساتھ ہی ذکر عملی شروع ہو جاتا ہے وہ یوں کہ جب کسی ایسے کام کا ارادہ ہو جائے جو اللہ کی نافرمانی کا ہے اللہ کی ناپسند کا ہے۔ تو دل بیدار فوراً اندر سے چٹکی لیتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں اور آدمی اس کام کے کرنے کا اردہ ترک کر دیتا ہے اور توبہ کرتا ہے۔

ذکر الٰہی کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ ارشاد ربانی ہے

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا۔ یعنی اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا۔ (اس کے کرتوتوں کی وجہ سے)

اور نبی رحمت ﷺ سے سوال کیا گیا۔ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا عمل سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ (کہ کیا کیا جائے) تو فرمایا

اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰہِ فرمایا افضل عمل یہ ہے کہ جب تو دنیا سے جانے لگے تو تیری زبان پر اللہ کا نام ہو۔ سبحان اللہ کیا اسلوب بیان ہے ظاہر ہے کہ مرتے وقت انسان کی زبان پر وہی ہوتا ہے۔ جس میں عمر کھپائی ہو اس لیے مراد یہ ہے کہ تو عمر بھر اللہ کی یاد میں لگا رہ تاکہ مرتے وقت تیری زبان پر اسی کا نام ہو یہ تو ممکن نہیں کہ عمر بھر اللہ کا نام نہ لیا اور مرتے وقت اللہ کا نام زبان پر ہو۔ طب جسمانی میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ جسم انسانی میں کچھ اعضاء ایسے ہیں کہ اگر وہ صحت مند رہیں تو سارا جسمانی نظام درست رہتا ہے اگر ان میں کوئی بیمار ہو تو گاماں پہلوان بھی دو کوڑی کا نہیں رہتا۔ ان اعضاء کو اعضائے رئیسہ کہتے ہیں اور وہ ہیں دل دماغ، جگر، پھیپھڑے اور گردے۔

اسی طرح طب روحانی میں بھی روح کے کچھ اعضائے رئیسہ ہیں ان کو لطائف کہتے ہیں اور ان کو قوی بنانے کی فکر کرنا ہے اس کا ذریعہ وہی ایک دوا یعنی ذکر الٰہی ہے۔ جیسے دوسری پارٹی کہتی ہے۔

یکے دوا است بہ دار الشفائے میکدہ ہا
اگر ز درد نالد کسے شراب دہید

(یعنی میکدوں کے ہسپتال میں ایک دوا ہی استعمال کی جاتی ہے کوئی کسی قسم کے درد میں مبتلا ہو اسے شراب دو)۔

حالانکہ اس دوا سے بیماری نہیں جاتی البتہ بھول جاتی ہے۔ اور روحانی ہسپتال میں جو ایک دوا دی جاتی ہے اس کا حال ایک نرالے مریض کی زبانی سنئے۔

نشہ بھنگ افیم مدھ اتر جات پربھات
نام خماری نانکا چڑھی رہے دن رات

یعنی بھنگ افیون ہو یا شراب ان کا نشہ صبح تک اتر جاتا ہے مگر یاد الٰہی کا جو نشہ ہے وہ کبھی اترتا ہی نہیں ذکر الٰہی جب غذا بن جاتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

اور واقعی ذکر الٰہی بیمار قلب کی دوا ہے اور صحت مند قلب کی غذا ہے۔

ترجمان حقیقت نے خوب کہا۔

جہان دل جہان رنگ و بو نیست
در و پست و بلند و کاخ و کو نیست
زمین و آسمان چار سو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

(دل کی دنیا مادی دنیا نہیں ہے۔ اس میں محلات اور گلیاں اور اونچ نیچ نہیں ہے دل کی دنیا میں زمین و آسمان، مغرب، مشرق، شمال، جنوب نہیں ہے۔ اس دنیا میں سوائے اللہ ھو کے کچھ نہیں ہے)۔

بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ گیا ہے کہ۔

نفس دارد و لیکن جان ندارد
مسلمانے کہ بے اللہ ھو زیست

یعنی وہ مسلمان جو اللہ ھو یعنی ذکر الٰہی کے بغیر چلتا پھرتا نظر آتا ہے اس میں روح کوئی نہیں سانس لے رہا ہے۔ وہ تو ایک چلتی پھرتی لاش ہے اور اٰخر میں کہتا ہے۔

نصیب اوست مرگ نا تمامے
مسلمانے کہ بے۔ اللہ ھو زیست

یعنی وہ مسلمان جو اللہ ھو یعنی ذکر الٰہی کے بغیر جی رہا ہے وہ دراصل مرگ مسلسل کا شکار ہے یعنی نہ وہ زندہ ہے نہ مردہ۔ بلکہ اس کی زندگی صرف مرنے میں معروف ہے۔

جب یہ اعضائے رئیسہ خوب قوی ہو جاتے ہیں تو روحانی ڈاکٹر مریض کو مکمل طور پر طاقتور بنانے اور سارے روحانی نظام کو عمدہ بنانے کے لیے مختلف ٹانک دیتا ہے جن کی ابتداء اللہ کریم کے بتائے ہوئے اس نسخہ کا جزو ہے جو اس نے اپنے خاص بندوں کی نشانی بتائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :

۱۔ پہلی نشانی اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوۡداً وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ

۲۔ دوسری نشانی وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

اس تفکر کے لیے روحانی طور پر طب میں اصطلاح ہے۔

مراقبہ۔ یہ مراقبات یا تفکر طویل سلسلہ ہے کہ زندگی ختم ہو جائے یہ ختم نہیں ہوتے۔ بہر حال جب روحانی مریض اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان پر ایک بات اٰتی ہے۔ جو وہ ڈاکٹر کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جان جاں ہمراز کردی

(اللہ تجھے جزا دے کہ تو نے میری اٰنکھ کھول دی اور مجھے محبوب حقیقی سے اٰشنا کر دیا۔)

اور اپنے دل ہی دل میں کہتا رہتا ہے

آتا نہ ہو گا راس کسی کو نہ آئے عشق

ہم کو تو تیرے ذکر نے انساں بنا دیا

یہ ہے کسی شیخ سے بیعت کا فلسفہ۔ اب بیعت کا فلسفہ تو کہا بھی گیا اور سمجھ لیا گیا۔ مگر فلسفہ تو صرف تھیوری ہوئی اس تھیوری کی روشنی میں پریکٹیکل کی کیا صورت بنتی ہے۔ پریکٹیکل کے لیے اصول اور گائیڈ لائن پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ روحانی غذا اور دوا کے سلسلے میں اپنی پسند اور اپنی مرضی سے دستبردار ہو جانے کا نام بیعت ہے تو اس سلسلے میں کرنے کا کام یہ ہے۔

۱۔ ذکر کا جو طریقہ سکھایا گیا اس کے مطابق صبح شام باقاعدگی سے پوری یکسوئی سے ذکر کرنا۔ یہ دوا ہے۔

۲۔ غذا یہ ہے کہ زندگی کے ہر کام میں بولنا چالنا' کھانا پینا' اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' کمانا خرچ کرنا۔ دوستی' دشمنی ہر کام میں' ہر قدم پر یہ سوچنا کہ جو کچھ میں کرنے لگا ہوں کیا اللہ کریم نے اس کی اجازت دی ہے کیا اسے یہ پسند ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ کام کرنا اگر نہیں تو ترک جانا یہ روحانی غذا ہے۔

۳۔ پرہیز۔ اللہ کی نافرمانی اور شیخ کی نافرمانی سے بچنا شرعی حدود کے اندر رہ کر' دوسرے جھوٹ اور حرام سے بچنا۔

کیا تصوف و طریقہ ذکر سنت سے ثابت ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کو بدعت کہنا دین کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ اگر آدمی بد خو غلط بھی ہو تو اس سے بھی بڑی بڑی ٹھوکریں کھا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی دستور کی عبارت میں تمام جزئیات کا بیان نہیں ہوتا بلکہ صرف اصول و کلیات بیان ہوتے ہیں۔ اسلام کا دستور قرآن ہے۔ اس میں دین کے تمام اصول و کلیات موجود ہیں۔ ان اصول و کلیات کی عملی تعبیرات اسوہ نبوی میں موجود ہیں۔

اصول و کلیات مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ذرائع و وسائل کو ڈھونڈ نکالنا جو مقاصد کے حصول میں ممد ثابت ہوں اور انہیں ذرائع سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے دین کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ وسائل اس صورت میں بدعت ہوں گے جب جزو دین یا اصلی دین سمجھا جائے ورنہ یہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوں گے کیونکہ ذرائع اور وسائل مقصد کا موقوف علیہ ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں حکم ہوا یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ یا حضور ﷺ نے فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً یہ حکم دیا گیا کہ تبلیغ کرو۔ پس تبلیغ کرنا مقصد ٹھہرا ذریعہ کی تعین نہیں کی۔ زبان سے ہو، تحریر سے ہو، عمل سے ہو، منبر پر چڑھ کر ہو، کرسی پر بیٹھ کر ہو، مسجد میں ہو، میدان میں ہو، گاڑی میں بیٹھ کر ہو، موٹر میں ہو، تقریر میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جائے یہ تمام ذرائع ہیں اور چونکہ یہ ذرائع اشاعت دین کے لئے ہیں لہٰذا یہ مقدمہ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا "اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا اب یہ کہ تنہا ذکر کریں، حلقہ میں بیٹھ کر کریں یا لیٹے ہوئے کریں۔ انگلیوں پر گن کر کریں یا تسبیح کے ذریعہ کریں۔ تمام وسائل و ذرائع ہیں اور ذکر الٰہی مقصد ہے۔ ان ذرائع کو بدعت کہنا حصول مقصد میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

میں تصور شیخ کا حامی نہیں اور ہمارے سلسلہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ وظائف لسانی میں ہمارے ہاں سب سے بڑا وظیفہ تلاوت قرآن مجید ہے۔ پھر استغفار اور درود شریف۔ حلقہ ذکر میں صرف اللہ ھو کا ذکر کرایا جاتا ہے۔ یا ہر مقام میں آیات قرآنی کا وظیفہ بتایا جاتا ہے۔ سیر کعبہ میں لبیک کا وظیفہ اور فنا فی الرسول میں درود شریف۔ باقی تمام منازل سلوک میں سوائے اسم اللہ کے کوئی دوسرا ذکر نہیں بتایا جاتا۔

رفقاء کو جمع کر کے توجہ کرنا، سانس کے ذریعے ذکر کرنا وغیرہ مقصود نہیں سمجھتا بلکہ وسیلہ اور مقدمہ مقصود کا سمجھتا ہوں۔ نہ خود حلقہ بنانا دین ہے نہ توجہ کرنا ہی دین ہے نہ صرف ناک سے سانس لینا ہی دین ہے ہاں یہ مقدمات دین ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ان اوراد و وظائف کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں جو سنت سے ثابت نہ ہوں۔ ہمارے اختیار کردہ وظائف و معمولات میں سے اگر کسی چیز پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہو تو ثبوت پیش کیجئے۔ کتاب و سنت کی واضح تعلیمات ہمارے سامنے ہیں۔ انہیں کو مشعل راہ و مصدر ہدایت اور معیار ہدایت سمجھتے ہیں اور بس۔ (دلائل السلوک حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)